Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 38, Sr.No.108, 2017 pp 25 - 42

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۸، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۷ء، شمارہ ۱۰۸

''تقابلِ 'گلشنِ بے خار' از 'کلیاتِ شیفتہ'''

ڈاکٹر زاہرہ نثار☆

Abstract:

Nawab Mustafa Khan Shaifta was a prominent student of Momin amongst Dehlvi poets. Like his teacher he followed his style and achieved an important place in the dehlvi school of thought. He is admired due to his paculiar poetic expression in the literary history of Urdu Literature. He has relations with famous poets of his era thats why he used to call them in *Mushaera*. His poetic attitude caused the creation of *Tazkira* "Gulshan-e- Bekhar". His *Diwan* also published during his life time. He is a renowned Tazkira writer. When we campare his Tazkira's poetic collection with his *Diwan*, we finds many differences in this comparison. This article is an effort to brought out all these poetic differences of these two creations.

Keywords:

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ (۱۲۲۴-۱۲۸۶ھ/۱۸۰۹ء-۱۸۶۹ء) شاگردِ مومن، شعرائے دہلی میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ وہ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعرگوئی کی قدرت رکھتے تھے۔ فارسی میں حسرتی اور اردو میں شیفتہ تخلص اختیار کیا۔ اُن کی کلیات زیورِ طباعت سے آراستہ ہوچکی ہے۔ ''دیوانِ اردو''، ''دیوانِ فارسی''، ''سفرنامۂ حجاز'' اور ''رقعاتِ فارسی'' کے ساتھ ساتھ اُن کا اردو شعراء کا ایک تذکرہ ''گلشنِ بے خار'' بہ زبانِ فارسی یادگار تصانیف ہیں۔ ''گلشنِ بے خار'' تالیف کے تین سال بعد پہلی بار ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء میں مطبع دہلی ''اردو اخبار'' مولوی محمد باقر کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔ طبع اوّل کا ایک نسخہ رضا لائبریری

☆ سینئر مدیر/ اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

رام پور میں موجود ہے (ا) ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء دہلی ''اردو اخبار'' پریس سے پہلے نسخے کی تصحیح پر مبنی دوسری اشاعت عمل میں آئی (۲)۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے عرشی کے حوالے سے ''گلشنِ بے خار'' کا دوسری اشاعت کا حامل نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے اردو سیکشن اور رضا اکیڈمی رام پور میں موجود قرار ہے (۳)۔ تذکرہ تیسری بار ۱۸۷۴ء میں نول کشور لکھنؤ سے اشاعت پذیر ہوا (۴) ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مطابق یہ نسخہ ۲۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اصل تذکرے کے ۲۴۴ صفحات کے ساتھ ۲۸ صفحات پر مشتمل قطعاتِ تصنیف اور تقریظین بھی شامل ہیں اور بالعموم یہی کتب خانوں میں دست یاب ہے (۵)۔

گلشنِ بے خار کے بعد کے شائع ہونے والے نسخوں میں ۱۹۷۳ء میں مجلسِ ترقیِ ادب لاہور سے شائع ہونے والا نسخہ قابلِ ذکر ہے جسے کلب علی خاں فائق رام پوری نے مرتب کیا۔ اس نسخے کا متن تیسری طباعت کے حامل نسخے پر مبنی ہے (۶)۔ ۱۹۶۲ء میں اس تذکرے کا اردو ترجمہ اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی سے شائع ہوا۔ مترجم محمد احسان الحق فاروقی ہیں انھوں نے اس پر ایک مقدمہ بھی لکھا ہے اور یہ نسخہ ہر جگہ دست یاب ہے (۷)۔

پنجاب پبلک لائبریری میں ''گلشنِ بے خار'' کا شوال ۱۲۵۴ء کا کتابت شدہ قلمی نسخہ موجود ہے۔ فہرستِ مخطوطات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مصنف کا اصلاح شدہ نسخہ ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری درجِ ذیل الفاظ میں ''گلشنِ بے خار'' کی خصوصیات بیان کرتے ہیں:

> ''۔۔۔ چھ سو منتخب شاعروں کے حالاتِ زندگی و اشعار جمع کیے ہیں۔ تذکرہ فارسی زبان میں ہے اور بہ لحاظ حروفِ تہجی مرتب کیا گیا ہے۔ شعراء میں قدماء سے لے کر شیفتہ کے معاصرین تک شامل ہیں۔ گویا ''گلشنِ بے خار'' قدیم دکنی شعراء سے لے کر انیسویں صدی کے وسط تک کی شعری تاریخ پر محیط ہے اور اردو شاعری کے دو سو سالہ سرمائے کو اختصار کے ساتھ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔۔۔ اس تذکرے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شیفتہ نے صرف انتخابِ کلام ہی کو سب کچھ نہیں سمجھا بلکہ ہر شاعر کے کلام پر ناقدانہ رائیں بھی دی ہیں۔۔۔ ان کے تذکرے سے ایک طرف ان کے تنقیدی شعور اور اردو تنقید کے ارتقاء کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے تو دوسری طرف بیسویں صدی عیسوی کے وسط تک کی شعری و ادبی فضا کو ذہن نشین کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔'' (۸)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے کل ۶۷۷ شعراء کے تراجم کا ذکر کیا ہے۔ یہ تذکرہ انھوں نے اپنے ایک عزیز دوست کی فرمائش پر لکھا اور اس تالیف کی صورت میں اپنے دور تک کے نام ور شعراء کے پسندیدہ اشعار کا انتخاب پیش کیا۔ یہ تذکرہ بہ اعتبار حروفِ تہجی بہ طرزِ دیوان ترتیب دیا گیا ہے۔ اکثر و بیش تر غزلیات سے شعراء کا انتخابِ کلام پیش کیا گیا ہے۔ شیفتہ نے تذکرے کے نام کے حوالے سے کہا ہے کہ یہ نام اس لیے

رکھا گیا کیوں کہ یہ کوڑے کرکٹ اور خس و خاشاک سے پاک ہے۔ انھوں نے دیباچے میں تذکرے کی تدوین میں معاون تذکروں کا ذکر نہیں کیا تاہم شعراء کے تراجم میں کچھ تذکروں کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً اعظم الدولہ، فگار، منعم، واصف وغیرہ کے تراجم میں ''عمدۂ منتخبہ'' کے حوالے ملتے ہیں۔ سودا کے ترجمے میں ''تذکرۂ آزردہ'' کا حوالہ ملتا ہے۔ آغا حسین قلی خاں، عاشقی کے تذکرے ''نشترِ عشق''، ''مرزا علی لطف کے ''گلشنِ ہند''، مصحفی کے ''تذکرۂ ہندی'' اور ''ریاض الفصحاء'' اور فرزندِ صاحبِ ''طبقاتِ سخن'' کے تذکرے کا ذکر بھی اس تذکرے میں ملتا ہے۔(۹)

رج بالا تذکروں کی مدد سے شیفتہ نے ''گلشنِ بے خار'' مرتب کیا۔ اس کے علاوہ جو تذکرے اُن کی نظر یا علم میں تھے۔ اُن میں اعظم الدولہ سرور، مصحفی، مرزا علی لطف کے تذکروں کے ساتھ ساتھ خوب چند ذکا دہلوی کا ''عیار الشعراء'' اور غلام حسین شورش کا ''تذکرۂ شورش'' بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی دیگر تذکروں سے استفادے کے شواہد پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''اُن شواہد سے معلوم ہوا کہ عمدۂ منتخبہ از اعظم الدولہ سرور، تذکرۂ آزردہ از مفتی صدرالدین آزردہ، نشترِ عشق از عاشقی، گلشنِ ہند از مرزا علی لطف، تذکرۂ ہندی از مصحفی، ریاض الفصحاء از مصحفی اور تذکرۂ مسرور از شرف الدین احمد مسرور وہ تذکرے ہیں جن کے حوالے شیفتہ نے خود اپنے تذکرے میں دیئے ہیں۔ ان کے علاوہ بیاضیں اور سفینے بھی ان کی نظر سے گزرے تھے جن سے انھوں نے انتخابِ اشعار میں استفادہ کیا تھا لیکن ان کا ذکر سارے تذکرے میں کہیں نہیں ہے۔''(۱۰)

شیفتہ نے دیباچے میں تعدادِ شعراء پر زور دینے کے برعکس معیاری شعراء کی شمولیت کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ تذکرہ خود ثابت کرتا ہے کہ شیفتہ انتخابِ تراجم میں رطب و یابس کا شکار ہیں۔ انھوں نے دہلی کے غیر اہم شعراء کو لکھنؤ کے نام ور شعراء پر فوقیت دی ہے۔ تلامذۂ مصحفی، مومن اور آتش میں سے بیش تر اہم شعراء کو شامل نہیں کیا۔ تجمل، تجرد، حافظ، بزاز، بے خواب، نور خاں آگاہ، احسن جہاں آبادی، احمد، اسیر، امجد خنداں، ذاکر اور ذرہ وغیرہ جیسے غیر اہم شعراء کو شامل کیا ہے۔ جب کہ عشقی، عظیم، مدہوش اور مقصود کو ''از سوقیانِ لکھنؤ است'' قرار دے کر اُن کے کلام کو خرافات گردان کر شاملِ تذکرہ کیا ہے۔ گویا انھوں نے بھی ایسے شعراء کے تراجم شامل کیے ہیں جن سے محض تعدادِ شعراء کے بڑھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ اسی مقدار کے سبب سے معیار مجروح ہوا ہے۔ نقدِ شعر کے ضمن میں اُن کا ذاتی تعصب بھی سامنے آتا ہے۔ وہ ایک جانب تو مومن و شاگردانِ مومن و دیگر احباب کی مبالغہ آمیز مدح سرائی کرتے ہیں تو دوسری جانب مومن ہی کے ایک ممتاز شاگرد نسیم دہلوی کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔

گلشنِ بے خار میں چند مقامات پر تحقیقی سقم بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایسی دس

اغلاط کی نشان دہی کی ہے(۱۱) پھر انھوں نے جمعِ معلومات اور دیگر چھوٹے بڑے واقعات کے نظر انداز کرنے کی نشان دہی امثلا کے ساتھ کی ہے۔اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

''۔۔۔شیفتہ نے ضروری معلومات جمع کرنے میں دل چسپی نہیں لی۔ اگر وہ چھوٹے بڑے واقعات اور باتوں کو، جنھیں غیر ضروری سمجھ کر انھوں نے چھوڑ دیا ہے، شاملِ ترجمہ کردیتے تو مصحفی کے تذکروں کی طرح گلشنِ بے خار کی اہمیت بہت بڑھ جاتی۔۔۔'' (۱۲)

مجموعی طور پر ''گلشنِ بے خار'' تاریخی اہمیت کا حامل تذکرہ ہے۔اس میں اہم شعراء کا انتخاب دیگر معاصر تذکروں سے بہتر ہے۔تنقیدی رائے کی کمی کے باوجود شعروسخن سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے یہ ایک نادر عطیہ ہے۔شعراء کے ساتھ ساتھ اس میں شاعرات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ڈیرہ دار طوائفوں کی مرکزیت، بادشاہ، امراء، وزراء اور صوفیاء کے انداز کے ساتھ اُس معاشرے کی اہم قدر عشقِ مجازی وحقیقی تھا جو اس دور کی تہذیب میں اہم اور بنیادی درجہ رکھتا ہے۔ جو اصل میں محرکِ شعروشاعری تھا اور روحانی مدارج میں اعلیٰ مقام رکھتا تھا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے ''گلشنِ بے خار'' کے حوالے سے بے حد جامع تبصرہ پیش کیا ہے:

''مجموعۂ نغز سے بھی بہتر اور اغلاط سے عموماً پاک نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا تذکرہ گلشنِ بے خار ہے''۔(۱۳)

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کلامِ شیفتہ اور ''گلشنِ بے خار'' پر درج ذیل الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

''ان کی سخن فہمی کا ثبوت ان کا مشہور تذکرہ گلشنِ بے خار (۱۲۵۰ھ) ہے جس پر ہر شاعر کے کلام کے متعلق انھوں نے بڑی جچی تلی رائیں لکھی ہیں۔خود ان کے معاصرین ان کے مذاقِ سخن کے معترف ومداح تھے۔ غالب کہتے ہیں:

غالب بہ فن گفتگو نا وبدیں اررش کہ او
نہ نوشتِ دردیواں غزل تا مصطفیٰ خاں خوش نہ کرد (۱۴)

شیفتہ کا اردو دیوان ۱۸۳۱ء،۱۸۳۲ء کے لگ بھگ مرتب ہو چکا تھا۔یہ ۱۲۸ غزلوں اور چند مثنویوں پر مشتمل تھا۔ بعدازاں ۴۶ غزلوں کے اضافے کے ساتھ ۱۸۵۵ء میں یہ دیوان مطبع آئینِ سکندری میرٹھ سے شائع ہوا۔اس دیوان میں غیر مطبوعہ پانچ غزلیں شامل نہیں کی گئیں(۱۵) پنجاب پبلک لائبریری کی فہرست مخطوطات میں ''گلشنِ بے خار'' کا ۱۲۵۴ھ کا کتابت شدہ قلمی نسخہ اصلاح شدہ از مصنف، موجود ہے۔ ۱۲۵۹ھ میں گلشنِ بے خار کی دوسری اشاعت عمل میں آئی۔ گویا دیوانِ شیفتہ کی دوسری اشاعت سے قبل یہ تذکرہ شائع ہو چکا تھا۔شیفتہ نے ''گلشنِ بے خار'' میں اپنے ترجمے میں کل ۱۴۳/اشعار بہ طور انتخابِ کلام نقل کیے ہیں۔اس انتخاب کا تقابل جب ''دیوانِ شیفتہ'' سے کیا جائے تو اختلافِ نسخ کی مختلف صورتِ حال

سے سابقہ پڑتا ہے۔ اولاً اکثر اشعار میں اِکا دُکا الفاظ کی صورت میں یا پھر مصرعے کے کچھ حصے میں اختلافِ نسخ دکھائی دیتا ہے۔ دوم: چند ایک مقامات پر اشعار کے پہلے یا دوسرے مصرعے کو کلّی طور پر حذف کرنے کی صورت میں اختلافِ نسخ سامنے آیا ہے۔ سوم: تذکرۂ مذکور میں کل ۱۲/ اشعار ایسے ہیں جن کا کلیاتِ شیفتہ میں سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ گویا ان کا مآخذ اُن کی دیگر تصانیف یا پھر ذاتی بیاض وغیرہ ہو سکتی ہے۔ حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ چہارم: تذکرۂ مذکور میں ۶۸ کے قریب ایسے اشعار سامنے آئے ہیں جن کی دیوانِ شیفتہ سے ہو بہ ہو تطبیق ہو جاتی ہے۔ اس طرح شیفتہ کے ترجمے میں نصف کے قریب اشعار میں اختلافِ نسخ کی صورتِ حال سامنے آتی ہے۔ ذیل میں ماسوائے تطبیق شدہ اشعار کے اختلافِ نسخ کے حامل اشعار کو لائق اِعتنا سمجھا گیا ہے۔

؎ کوئی بے جان جہاں میں نہیں جیتا لیکن
تیرے رنجور کو جیتے ہوئے بے جاں دیکھا (۱۶)

؎ تم نے کیا جانئے کس ذوق سے دی جاں دمِ قتل
کہ بہت اس نے ستم گر کو پریشاں دیکھا (۱۷)

شعرِ مذکور میں، ''میں'' کا استعمال ''تم'' کی نسبت زیادہ موزوں تھا۔ ''تم'' سے صیغۂ واحد متکلم کا اظہار ہوتا ہے جس سے مخاطب و متکلم کی انفرادیت واضح نہیں ہوتی۔

؎ شوق مردن تو ہے پر جینے سے بن آئے گی
شیفتہ ضد پہ جو وہ اپنے ستم گر آیا (۱۸)

؏ آپ مرتے تو ہیں پر جیتے ہی بن آئے گی، زیادہ فصیح و سلیس معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ برعکس صورت میں اس پر ثقالت کا گماں گزرتا ہے۔ اسی طرح مصرعِ ثانی میں ؏ شیفتہ ضد پہ جو وہ اپنے ستم گر آیا، کے برعکس...ضد پہ جو اپنی وہ ــــ الخ، مبادیاتِ قواعد کے لحاظ سے درست معلوم ہوتا ہے۔ ''ضد پے اپنے'' کہنے سے ''ضد'' کی تانیثیت مفقود ہو جاتی ہے۔ جب کہ ''ضد پہ اپنی'' کا استعمال بہ لحاظِ قواعد مناسب معلوم ہوتا ہے۔

؎ ہے خراش ناخن تم میں بھی کیا بالیدگی
جو ہلال غرہ تھا سو ماہِ کامل ہو گیا (۱۹)

یہاں لفظ ''غم'' کا استعمال درست نہیں ہے۔ معنوی ربط کے لحاظ سے اسے ''خم'' ہی ہونا چاہیے۔

؎ شُعلہ رُو یار، شعلہ رنگ شراب کام یہاں کیا ہے دامنِ تر کا (۲۰)

''یاں'' کو ''یہاں'' سے تبدیل کر دیا ہے۔ برروش قدمائے سخن ''یاں'' کا استعمال موزوں ہے۔

؎ نقش تسخیر غیر کو اس نے خوں لیا تو میرے کبوتر کا (۲۱)

ے ذکرِ عشاق سے آتی ہے جو نفرت اس کو آپ عاشق ہے مگر وہ بتِ خود کام اپنا (۲۲)

ع ذکرِ عشاق سے آتی ہے جو غیرت اس کو، زیادہ فصیح معلوم ہوتا ہے۔

ے کیوں نہ ہووے تپشِ دل سے مجھے خواہشِ آگ
سب کو دنیا میں پسند آئے ہے آرام اپنا (۲۳)

مصرعِ اولیٰ تو دونوں لحاظ سے فصیح و بلیغ معلوم ہوتا ہے۔ تاہم مصرعِ ثانی میں ''دیوانِ شیفتہ'' میں درج مصرعے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے۔

ے تاب بوسہ کی کسے، دیں بھی وہ اب شیفتہ گر
کر چکی کام یہاں لذتِ دشنام اپنا (۲۴)

ع تاب بوسہ کی کسے شیفتہ وہ دیں بھی اگر، معنوی لحاظ سے زیادہ موزوں ہے۔ ''کسے'' کے بعد ''شیفتہ'' کے آنے سے جو وقفے کی صورت پیدا ہو رہی ہے اُسی میں وہ حسنِ شعر پوشیدہ ہے جسے مصرعِ ثانی کھول رہا ہے۔

ے غیر ہی چاہیں گے اب شیفتہ کچھ تو ہے جو یار نے ایسا کیا (۲۵)

ع غیر ہی کو چاہیں گے ___ الخ میں ''کو'' یہ واضح کر رہا ہے کہ محبوب سے ہٹ کر اب روئے سخن غیر کی جانب ہو گیا ہے۔

ے شب ہجراں نے کہا قصہ گیسوئے دراز شیفتہ کو بھی دلِ زار نے سونے نہ دیا (۲۶)

''کو'' کی بجائے ''تو'' کا محل درست نہیں ہے۔

ے کب ہمیں حاجت پرہیز پڑے غم نہ کھایا تھا کہ سم یاد آیا (۲۷)

''پرہیز'' کی رعایت سے ''پڑی'' کا محل درست ہے۔

ے یاں سبک حرف ملامت، واں گراں عرض نیاز
سخت جاں ہم کب نہ تھے اور نازنیں تُو کب نہ تھا (۲۸)

ے بے پردہ وہ آئے مجھے کس طرح نہ ہووے
اے شیفتہ ہنگامۂ محشر کی شکایت (۲۹)

ع بے پردہ وہ آئیں گے تو کیسے مجھے ہوگی، زیادہ فصیح اور مصرعِ ثانی کی معنوی مناسبت کے لحاظ سے استفہامِ انکاری کا حامل ہے جو کہ درست ہے۔ جب کہ بہ صورتِ دیگر یہ مصرع استفہامِ اقراری کے معنی دیتا ہے۔

ے کیا کہیں گے کر ستم دیکھے کہ اک بہ دیدِ تر
شیفتہ عاشق ہوئے وہ شوق میرا دیکھ کر (۳۰)

''دیوانِ شیفتہ'' میں درج مصرعِ اولیٰ معنوی اعتبار سے فصیح ہے۔ اس لیے کہ محبوب کے ''بے نقط سنانے''

میں جو لطف ہے وہ ''دیدۂ تر سے ستم دیکھنے'' میں نہیں سما سکتا۔ مصرعِ ثانی میں ع آپ عاشق تو ہوئے ہیں—الخ قطعیت کا حامل ہے جس میں محبوب کا میدانِ عشق میں قدم رکھنا گویا شیفتہ کے عشق کے طفیل ہے۔

کہتا تھا وقت نزع کے ہر اک سے شیفتہ
دینا کسی کو دل تو وفا دار دیکھ کر (۳۱)

یہ ناخن و خراش میں بگڑے کہ کیا کہوں
ایک دم ہوا جو عقدۂ بندِ قبا سے ربط (۳۲)

مصرعِ اولیٰ میں ''بگڑی'' درست معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ بندِ قبا کے عقدے سے ربط کے باعث ناخن و خراش میں ٹھن چکی ہے۔ ''بگڑے'' کے استعمال سے دونوں میں ٹھن جانا واضح نہیں ہوتا۔

لکھتا ہوں زبس آرزوئے قتل میں نامے
ہیں میرے کبوتر بھی تیرے تیر کے مشتاق (۳۳)

کہتے ہیں بے وفا مجھے مَیں نے جو یہ کہا
مرتے رہیں گے تم ہی پہ جیتے ہیں جب تلک (۳۴)

ایسے کریم ہم ہیں کہ دیتے ہیں بے طلب
پہنچا دو یہ پیام اجل جاں طلب تلک (۳۵)

صبر پروانے کا مجھ پہ نہ پڑے ڈرتا ہوں
ماہر و شمع کو ہرگز نہ جلانا شب وصل (۳۶)

تنگ اتنا نہ کر اے شوق ہم آغوش کہ وہ
ڈھونڈتے ہیں چلے جانے کو بہانا شب وصل (۳۷)

ع خواہش کامِ دل اتنی—الخ ہم آغوشی کے شوق میں تنگ کرنے کے برعکس فصیح و بلیغ ہے۔

از بسکہ دیکھ جلوہ ترا جل گئی بہار   شعلے اُٹھے زمینِ چمن سے بجائے گُل (۳۸)

شعرِ مذکور میں ''دیوانِ شیفتہ'' کا اختلاف کا حامل متن معنویت میں دو چند ہے۔ مصرعِ اولیٰ میں محبوب کے جلوے کو دیکھ کر بہار کے جل جانے سے وہ تاثر پیدا نہیں ہوتا جو حسنِ جہاں سوز کو دیکھ کر بہار کے جلنے سے ہوتا ہے۔ اسی طرح مصرعِ ثانی میں چمن سے گُل کی جگہ خاک سے شعلوں کا نکلنا، زمین سے شعلوں کے اُٹھنے سے زیادہ فصیح و بلیغ اور دقتِ نظری کا حامل ہے۔

خوش ہوں دکھانے لائے گا اس کو کہ غیر نے
بستر پہ میرے کانٹوں کے بدلے بچھائے گل (۳۹)

''خوش ہوں'' سے قطعیت کا تاثر ملتا ہے کہ غیر محبوب کو عاشق کے پاس لائے گا۔ جب کہ ''شاید'' سے معنی خیز

حسرت کا اظہار ہوتا ہے۔

ـــ ہیں جاں بلب کسی کے اشارت کی دیر ہے
دیکھے ہے اس نگہ کو قضا اور قضا کو ہم (۴۰)

ـــ کم التفاتیوں کا ہے وہم اہلِ بزم کو
شرمندہ ہوگئے ترے شرم و حیا سے ہم (۴۱)

مصرعِ اولیٰ معنوی اعتبار سے منحرف اور غیر منحرف شدہ متن، دونوں صورتوں میں بہتر ہے جب کہ مصرعِ ثانی میں شرم و حیا کے سبب شرمندہ ہو جانے کے لیے ''ترے'' کی جگہ ''تری'' رموزِ قواعد کے عین مطابق ہے۔

ـــ تزئین میرے گور کی لازم ہے خوب سی تقریبِ سیر ہی سے وہ شاید گزر کریں (۴۲)

شعرِ مذکور میں بھی تذکیر و تانیث کا مسئلہ ہے۔ ''گور'' کے ساتھ لفظ ''میری'' کا آنا درست معلوم ہوتا ہے۔

ـــ میں جل گیا وہ غیر کے گھر جو چلا گیا شعلہ سے استعارۂ آوازِ پا کروں (۴۳)

ـــ کب ہاتھ کو خیال جزائے رفو نہیں کب پارہ پارہ پیرہن چارہ جو کروں (۴۴)

مصرعِ ثانی میں ''چارہ جو نہیں''، ''جزائے رفو نہیں'' کے ردیف و قوافی کے عین مطابق ہے۔

ـــ کچھ اور بے دلی کے سوا آرزو نہیں
اے دل یہ یاد رکھیو کہ ہم ہیں تو تو نہیں (۴۵)
بے اشکِ لالہ گوں میں بھی بے آبرو نہیں
گریہ میں رنگ کیا ہو کہ دل میں لہو نہیں (۴۶)

درج بالا شعر کے مصرعِ ثانی میں ''گریہ'' کا استعمال درست معلوم ہوتا ہے بجائے آنسو کے۔ مصرعِ اولیٰ میں ''بھی میں'' معنوی اعتبار سے درست ہے۔

ـــ کیا جوشِ انتظار میں ہر سمت دوڑئے بدنامیوں سے ہائے گزر ایک سُو نہیں (۴۷)

''دوڑئے'' ہی بہتر ہے ''دوڑ ہے'' فعل حال کی جانب اشارہ کرتا ہے جب کہ جوشِ انتظار میں دوڑئے کی کیفیت ظاہر کرتی ہے کہ یہ عمل بے سود ہے۔ اس لیے بدنامیاں ہر جانب سے پیچھا کریں گی اس لیے نہ دوڑنا ہی بہتر ہے۔

ـــ ہرجائی اپنے وحشی کو کس منہ سے کہتے ہو کیا آپ کا نشانِ قدم کو بہ کو نہیں (۴۸)

''دیوان شیفتہ'' میں درج مصرعِ اولیٰ معنوی گہرائی سے عاری ہے۔ تذکرے میں درج صورت ہی بہتر ہے۔

ـــ چراغِ وقف، محبت نے کر دیا افسوس کہ مجھ کو دوست و دشمن سبھی جلاتے ہیں (۴۹)

مصرعِ ثانی میں ''اپنے پرائے'' کا محل درست معلوم نہیں ہوتا۔ ''اپنے پرائے'' کے استعمال سے نظروں کے

سامنے تضاد کی وہ کیفیت نہیں ابھرتی جو ''دوست و دشمن'' کے استعمال سے آشکار ہوتی ہے۔

ے تنگ تھی جا گہ دل ناشاد میں آپ کو بھولے ہم اس کی یاد میں (۵۰)

''دیوانِ شیفتہ'' میں درج مصرعِ اولیٰ و ثانی فصیح و بلیغ ہیں۔ مصرعِ ثانی کے ''اس'' کی جگہ ''ان'' معنوی گہرائی کا حامل ہے۔ جب کہ مصرعِ اولیٰ میں ''جا گہ دلِ ناشاد'' کی جگہ ''جا خاطرِ ناشاد'' زیادہ فصیح ہے۔

ے یہاں امیدِ قتل ہی نے خوں کیا رہ گئی حسرت دلِ جلاد میں (۵۱)

ے گر کہئے کہ غیر سے نہ ملئے کہتا ہے کہ کیا میں بے وفا ہوں (۵۲)

''گر کہئے'' کی جگہ ''کہتا ہوں جو'' روانی و سلاست کا حامل ہے۔

ے جو حال پوچھنا ہے تم اس سے ہی پوچھ لو
مجھ کو دماغ قصۂ غم ہائے دل نہیں (۵۳)

مصرعِ اولیٰ میں ''اس کو'' ہی بہتر ہے۔ ''اس سے'' میں تنافرِ حرفی ہے جس سے شعر کا فنی حسن مجروح ہوتا ہے۔

ے جلے کیا کیا نہ عرضِ سوزشِ داغ نہانی میں
عجب آرام تھا جوں شمع ہم کو بے زبانی میں (۵۴)

''جوں شمع'' سے مصرعِ ثانی کا درست مفہوم آشکار نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ شمع کی مانند لکھیں تو آرام کیسے آ سکتا ہے۔ شمع کی لو کو خود زبان سے تشبیہ دی جاتی ہے جسے کسی صورت چین نہیں آتا اور وہ چاروں سمت لڑکھڑاتی رہتی ہے۔ ''اے شمع'' سے بے زبانی کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

ے رقیب پیتے ہیں کس کس مزہ سے جام شراب
ہمارے دہر میں افسوس اجتناب نہیں (۵۵)

دونوں صورتوں میں مصرعِ ثانی درست معلوم ہوتا ہے۔ ''اجتناب'' کا ''احتساب'' بن جانا ممکن ہے۔

ے آہ و زاری نارسا شوقِ اسیری بے اثر
کون لائے آشیانے تک میرے صیاد کو (۵۶)

ے انصاف اے خدائے دو عالم کہاں تلک
وصلِ صنم عدد کو ، ہو رشکِ عدو مجھے (۵۷)

مصرعِ اولیٰ ع ''اے چرخ تیرے دور میں انصاف ہے یہی، مصرعِ ثانی کے عین مطابق ہے۔ تذکرے میں شامل مصرعِ اولیٰ میں خدائے دو عالم سے کہاں تلک انصاف کے کہنے سے بہتر ہے کہ قطعیت کے ساتھ اردو شعری روایت کے عین مطابق چرخ کو سزاوار ٹھہرا کر اُس کی بے انصافی کا شکوہ کیا جائے۔

ے تشبیہ ترے زلف سے دی ہو نہ غیر نے سنبل سے عطرِ فتنہ کی آتی ہے بُو مجھے (۵۸)

''تیری''ہی درست ہے کیوں کہ ''زلف'' مؤنث ہے۔

ے جاتا ہوں کوئے غیر میں صحرا کے بدلے میں دیوانگی میں بھی ہے تیری جستجو مجھے (۵۹)

ے اگلے رشک ان کو یاد آنے لگے ہم جو غیروں کے گھر جانے لگے (۶۰)

مصرعِ ثانی ''...گھر میں جانے لگے'' درست معلوم ہوتا ہے۔

ے کہے ہے مجھ سے کہ اس جور پر تو چھوڑ اسے
ستم تو دیکھو کہ طعنِ عدو وفا پر ہے (۶۱)

''دیوانِ شیفتہ'' میں درج مصرعِ اولیٰ درست معلوم ہوتا ہے۔ رقیب کا محبوب کے جور پر عاشق کو کہنا کہ تو اُسے چھوڑ دے، اس سے بہتر صورت یہ ہے کہ رقیب یہ کہے کہ تم اس جور کے باوجود نباہ کر رہے ہو۔ جب کہ مصرعِ ثانی میں ''ستم تو دیکھو کہ طعنِ عدو....'' کی جگہ ''قیامت آئی کہ تشنیع اب وفا پر ہے'' درست ہے۔ ''ستم'' کی جگہ ''قیامت'' اور ''طعن'' کی جگہ ''تشنیع'' کا استعمال زیادہ فصیح ہے۔

ے خیال تھا اثرِ جذبِ دل سے کیا کیا آج ہزار خونِ ہوس گردنِ حنا پر ہے (۶۲)

مصرعِ ثانی میں ''ہزار خونِ ہوس'' کی مناسبت سے مصرعِ اولیٰ میں ''خیال تھے'' درست معلوم ہوتا ہے۔

ے کہاں تلک ستم بار کا فلک سے گلہ تو آپ شیفتہ، اے شیفتہ جفا پر ہے (۶۳)

''دیوانِ شیفتہ'' میں مصرعِ اولیٰ ع رقیب سے ہے جفائے جیب کا شکوہ، درست معلوم ہوتا ہے۔ گلۂ ستم بار، فلک سے کرنا، مصرعِ ثانی کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔ رقیب سے شکوے کی صورت میں خود پر جفا ثابت ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ فلک صرف مصائب کا پیش خیمہ سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ رقیب تو خود اصل مصیبت ہے۔

ے کرتا ہوں میں تعریف زبس اس کے دہن کی
لیتے ہیں مرے لب مری تقریر کے بوسے (۶۴)

''دیوانِ شیفتہ'' میں درج مصرعِ اولیٰ درست ہے۔ فقط دہن کی تعریف کرنے سے بہتر ہے کہ دہن کے تنگ ہونے کی خصوصیت کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔

ے جس لب کے بوسے غیر لے اس لب سے شیفتہ
کم بخت گالیاں بھی نہیں تیرے واسطے (۶۵)

غیر کے بوسے لینے میں اور ''غیر بوسے لیں'' میں واحد، جمع کا فرق ہے۔ ''دیوانِ شیفتہ'' میں درج مصرعِ اولیٰ سے غیر کے تعدد کا بھی ثبات ہوتا ہے۔

ے شکرِ ستم نے اور بھی مایوس کر دیا اس بات کا وہ غیر سے شکوہ کیا کرے (۶۶)

مصرعِ ثانی میں ''کیا کیئے'' ہی درست معلوم ہوتا ہے۔

ے کیا ارادہ اگر سیرِ باغ کا تو نے
قیامت آئے گی ابر بہار کے بدلے (۶۷)

ے دیکھ تغیر مرے رنگ کو شوخی سے کہا
تجھ سے ڈرتا ہوں کہ تو دم میں بدل جاتا ہے (۶۸)

ع رشک سے رنگ میں تغیر جو پائی تو کہا، درست معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اس میں رنگ میں تغیر کا سبب رشک بھی بتایا گیا ہے، گویا یہ کنایہ ہے۔ تاہم ''تغیر پائی'' کی جگہ ''تغیر پانا'' تذکر و تانیث کے اعتبار سے درست ہے۔

ے بھیج کر کس کو بلاؤں شبِ غم میں کہ کوئی
لاکھ خاطر ہو پَر کب سوئے اجل جاتا ہے (۶۹)

ے اے عدو کس لیے نازاں ہے سمجھ تو آخر
جسے ہم خوار ہوئے ہیں یہ وہی عزت ہے (۷۰)

''جس سے'' میں تنافرِ حرفی ہے تاہم جسے کے استعمال سے شعر کا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔

ے کھول جلد اے شیفتہ آغوشِ شوق یہ صدا آئی لبِ سوفار سے (۷۱)

''جلد کھولو'' میں حکمیہ انداز واضح ہے۔

ے اس نے خوش کرنے کو پڑھوایا عدو سے خط میرا
بسکہ تھا آگاہ حرفِ شکوہ کی تحریر سے (۷۲)

دیوانِ شیفتہ میں شامل شعر کا معنوی مفہوم زیادہ مناسب ہے۔ پہلے سے تحریر کی شکایت سے آگاہی اور اُس پر یہ غضب کہ وہ خط عدو سے پڑھوایا جائے؛ نہ صرف شاعر کے غم و غصے کو ظاہر کرتا ہے بلکہ اس سے چشمِ تصور میں سیخ پا عاشق کی تجسیم اُبھرتی ہے۔ جب کہ عدو کو خوش کرنے کی نیت سے خط پڑھوانے کی صورت میں وہ تاثیر اور تجسیم نگاہوں کے سامنے نہیں پھرتی۔

ے ناصح تری زباں ترے بس میں نہ ہو تو پھر
انصاف کر کہ دل پہ مرا وار کیا چلے (۷۳)

ناصح کی زبان جب بس میں نہ ہو تبھی دل پہ زور نہ چلنے کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے ''دیوانِ شیفتہ'' میں شامل شعر درست معلوم ہوتا ہے۔

ے کیا شوقِ جستجو ہے کہ گر پاؤں ٹوٹ جائیں
تیری گلی کے سمت مرا نقش پا چلے (۷۴)

''یہ شوقِ جستجو'' کی جگہ ''یہ شوقِ وصل'' معنوی اعتبار سے درست معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ''تیری گلی'' کی جگہ

''اُن کی گلی'' میں زیادہ حسن ہے۔ ''گلی کی سمت'' میں ''کے'' کی بجائے ''کی'' کا استعمال بہ اعتبارِ تانیث درست ہے۔

۔ تھی کب سے مرگ و حسرتِ دیدار میں نزاع
وہ ایک دم میں آن کے جھگڑا مٹا چلے (۷۵)

''آن کے'' کا استعمال قدیم شعری اسلوب کا آئینہ دار ہے۔ اس میں جو حسن ہے وہ ''آ کے ایک لمحے میں'' میں نہیں سما سکتا۔

۔ اے جان لب پہ آ کے ٹھہرنے سے فائدہ
رہنا ہوا تو رہ گئے چلنا ہوا چلے (۷۶)

''لب پہ'' ہی درست معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ دونوں طرح سے معنوی تخالف پیدا نہیں ہوتا تاہم ''پر'' میں ''ر'' کا استعمال زور پیدا کرتا ہے جس کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ ٹھہراؤ کا شعر ہے۔

''کلیاتِ شیفتہ'' سے ''گلشنِ بے خار'' کی تطبیق کے نتیجے میں ۱۱۲ ایسے اشعار سامنے آئے ہیں جن کا تذکرے میں سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ غیر تطبیق شدہ یہ ۱۱۲ اشعار درجِ ذیل ہیں:

۔ کیا ہووے شام روز جزا، ڈھب نجات کا
باقی ہے انتقام ابھی عشرت کی رات کا (۷۷)

۔ کیا دوں جواب داور روز شمار کا
ہے اب تلک خیال اسی غفلت شعار کا (۷۸)

۔ ایسے جفائے یار میں پائے مزے کہ بس
منکر ہی ہو گیا میں عذاب الم کا (۷۹)

۔ پروانہ وار جلنا دستور ہے ہمارا
اس شمع رو پہ مرنا مشہور ہے ہمارا (۸۰)

۔ معجز حسن سے سب جن و بشر ہیں تسخیر
میری بلقیس کو دعوی ہے سلیمانی کا (۸۱)

۔ کسی بیتاب کو دیکھا کہ ہوا گرم عناں
کچھ نیا ڈھب ہے ترے رخش کی جولانی کا (۸۲)

۔ سونگھ گل ہوش آ گیا تھا دیکھ گل پھر غش ہوا
یاد آئی مجھ کو اس چاکِ گریباں کی بہار (۸۳)

ـــ میں زندہ اور غیر پہ بیداد جلد آ
اے مرگ داد چاہیں گے چل کر خدا سے ہم (۸۴)

ـــ دشمن نواز یارو فلک بوالہوس پرست
کس سے جفائے غیر کا یارب گلہ کروں (۸۵)

ـــ دعوے ہیں بوالہوس کو عبث مال و جاہ میں
الماس ریزے فرش ہیں یاں خواب گاہ میں (۸۶)

ـــ مُوئے پہ بھی مجھے کس طرح اضطراب نہ ہو
یہ جور ہیں کہ قیامت کے دن حساب نہ ہو (۸۷)

ـــ دیت اہل فلک کی در ہم داغ
کہ تیر نالہ اپنا خون چکاں ہے (۸۸)

مذکورہ بالا تقابل یہ ظاہر کرتا ہے کہ ''گلشنِ بے خار'' میں درج انتخابِ شیفتہ، ''کلیاتِ شیفتہ'' میں شامل اشعار سے کلّی طور پر میل نہیں کھاتا۔ کہیں الفاظ ومصاریع کی حد تک جزوی اختلافِ سخن سامنے آتا ہے تو کہیں درج کردہ اشعار سرے سے کلیات میں موجود ہی نہیں ہیں۔ بعض مقامات پر تذکرے میں شامل اشعار کا پورا متن کلیات کے متن کے مطابق ٹھہرتا ہے۔ اس قسم کی صورتِ حال میں معنوی اختلافات کے ساتھ ساتھ شعر کی موزونیت اور فصاحت و بلاغت کے حوالے سے بھی جملہ قسم کے مسائل سامنے آئے ہیں جنھیں اُن کے مقامات پر فرداً فرداً واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ شعر کی موزونیت اور فصاحت و بلاغت کے پیمانوں پر تبصروں اور تنقیدی و تحقیقی جائزے کے ضمن میں یہ کوئی حرفِ آخر نہیں ہے۔ یہ راقمہ کا اظہارِ خیال ہے نقدِ شعر کے ضمن میں ذوق بنیادی کردار ادا کرتا ہے جو فرداً فرداً مختلف ہو سکتا ہے۔ اس طرح اشعار کی تطبیق کے ضمن میں جرح و نقد کے نئے امکانات کے در وا ہونے کی گنجائش بہ دستور موجود ہے۔

☆☆☆☆

حوالے

۱- ''اردوشعراء کے تذکرے اورتذکرہ نگاری''،فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، لاہور:مجلسِ ترقیِ ادب،نومبر ۱۹۷۲ء،ص۲۹۰-۲۹۱۔

۲- تاریخِ ادبِ اردو (جلد چہارم)، جمیل جالبی، ڈاکٹر، لاہور:مجلسِ ترقیِ ادب، فروری ۲۰۱۲ء، ص ۳۸۷۔

۳- ''مقدمۂ دستور الفصاحت''، مرتبہ، امتیاز علی عرشی، بہ حوالہ ''اردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''،فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،ص ۲۹۱۔

۴- ''تاریخِ ادبِ اردو''،(جلد چہارم)،جمیل جالبی،ڈاکٹر،ص ۳۸۷۔

۵- ''اردوشعراء کے تذکرے اورتذکرہ نگاری''،فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،ص ۲۹۱۔

۶- ''تاریخِ ادبِ اردو''(جلد چہارم)،جمیل جالبی،ڈاکٹر،ص ۳۸۷۔

۷- ''اردوشعراء کے تذکرے اورتذکرہ نگاری''،فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،ص ۲۹۱۔

۸- ایضاً،ص ۲۹۲۔

۹- ''تاریخِ ادبِ اردو''(جلد چہارم)،جمیل جالبی،ڈاکٹر،ص ۳۸۷-۳۸۸۔

۱۰- ایضاً،ص ۳۹۰۔

۱۱- ایضاً،ص ۳۹۱-۳۹۲۔

۱۲- ایضاً،ص ۳۹۲۔

۱۳- ''شعرائے اردو کے تذکرے''،سید عبداللہ،ڈاکٹر،لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب،طبع ثانی،دسمبر ۱۹۶۸ء، ص ۴۸۔

۱۴- ''دہلی کا دبستانِ شاعری''،نورالحسن ہاشمی،ڈاکٹر،لاہور: بک ٹاک،۲۰۰۶ء،ص ۲۲۸۔

۱۵- ''کلیاتِ شیفتہ''(دیباچہ)،مرتبہ کلب علی خاں فائق،لاہور:مجلسِ ترقیِ ادب،ستمبر ۱۹۶۵ء،ص ۲۶۔

۱۶- کلیاتِ شیفتہ۔ب:.....مہجور..

۱۷- // //۔ ل: میں ....

۱۸- // //۔ ل: آپ مرتے تو ہیں پر جیتے ہی ....

// //۔ب : ....اپنی وہ ....

۱۹- // //۔ ل: ....غم ....

۲۰- // //۔ب : ......یاں ....

۲۱- // //۔ب : ....مرے ....

۲۲- // //۔ ل: ....آتی ....غیرت ....

۲۳- // //۔ ل: تپشِ دل کے سبب سے ہے ....

// //۔ب : کون ہے جس کو نہ منظور ہو...............

۲۴- // //۔ ل: ....شیفتہ وہ دیں بھی اگر

۲۵- // //۔ ل: ....ہی کو چاہیں ....

۲۶- ''کلیاتِ شیفتہ''۔ب : ....تو ....

۲۷- // //۔ ل: ....پڑی

۲۸- // //۔ب : ......میں ....تھا ....

۲۹- // //۔ ل: ....آئیں گے تو کیسے مجھے ہوگی

۳۰- // //۔ ل: بے نقط مجھ کو سناؤ گے جو دیکھو گے ستم

// //۔ب : آپ عاشق تو ہوئے ہیں.................

۳۱- // //۔ ل: ....مرگ ....

۳۲- // //۔ ل: ....بگڑی ....

۳۳- // //۔ ل: ....جو میں ....

// //۔ب : ....ترے ....

۳۴- // //۔ ل: ....آپ ....

۳۵- // //۔ب : پہنچاؤ.............................

۳۶- // //۔ا: ....پر.......................................

۳۷- // //۔ا: خواہشِ کامِ دل اتنی .....ہم× آغوش×......

۳۸- // //۔ا: جلتی ہے ترے حسنِ جہاں سوز سے........

// //۔ب :نکلیں گے شعلے خاکِ.........................

۳۹- // //۔ا: شاید..

۴۰- // //۔ا: ....اشارے.....................

۴۱- // //۔ا: ......التفات ہم سے سمجھتے ہیں...........کو×

// //۔ب : ....تری.......................................

۴۲- // //۔ا: ....میری..

۴۳- // //۔ا: ....چلے گئے

۴۴- // //۔ب : ....نہیں

۴۵- // //۔ب : ....یقین جان.....................

۴۶- // //۔ا: ....بھی میں.....................

// //۔ب : آنسو..................................

۴۷- // //۔ا: ....دوڑ ہے

۴۸- // //۔ا: ....کس× ....سے یہ کہتے......

۴۹- // //۔ب : ....اپنے پرائے.....................

۵۰- ''کلیاتِ شیفتہ''۔ا: ....× گہ خاطر...............

// //۔ب : ....ان..........

۵۱- // //۔ا: ہاں.........................

۵۲- // //۔ ا: کہتا ہوں جو..............................

۵۳- // //۔ ا:.......................کو.......................

۵۴- // //۔ ب :.......................اے ....

۵۵- // //۔ب :............دور............احتساب............

۵۶- // //۔ب :...........................مرے ....

۵۷- // //۔ ا: اے چرخ تیرے دور میں انصاف ہے یہی

۵۸- // //۔ ا:............تیری ....

۵۹- // //۔ب :.......................تری.......................

۶۰- // //۔ب :.......................گھر میں جانے............

۶۱- // //۔ ا: رقیب کہتے ہیں.......................نباہتے ہو

// //۔ب : قیامت آئی کہ تشنیع اب.......................

۶۲- // //۔ ا:.............تھے.......................................

۶۳- // //۔ ا: رقیب سے ہے جفائے جیب کا شکوہ

۶۴- // //۔ ا:............جو تعریف میں اُس تنگ...............

۶۵- // //۔ ا:............غیر بوسے لیں...............................

۶۶- // //۔ب :...کیجئے

۶۷- // //۔ ا:...............................تم.......................

۶۸- // //۔ ا: رشک سے رنگ میں تغیر جو پائی تو...............

۶۹- // //۔ب :....................پہ....................................

۷۰- // //۔ب : جس سے..

۷۱- // //۔ ا: جلد کھولو..

۷۲- // //۔ ا: کیا غضب ہیں وہ بھی...............................

// //۔ب: تھی جو آ گا ہی شکایت کی انھیں ....

۷۳- // //۔ا: ....زبان................. جب نہ ہو

// //۔ب: ....زور.................

۷۴- "کلیاتِ شیفتہ"۔ا: یہ............وصل...........اگر.................

// //۔ب: ان کی............کی.................................

۷۵- // //۔ب: ....آ کے ایک لمحے میں.....................

۷۶- // //۔ا: ....پہ...

۷۷- "گلشنِ بے خار" ترجمہ محمد احسان الحق فاروقی، کراچی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۶۲ء، ص ۲۸۵۔

۷۸- ایضاً، ص ۲۸۷۔

۷۹- ایضاً، ص ۲۸۷۔

۸۰- ایضاً، ص ۲۸۸۔

۸۱- ایضاً۔

۸۲- ایضاً، ص ۲۸۹۔

۸۳- ایضاً۔

۸۴- ایضاً، ص ۲۹۱۔

۸۵- ایضاً۔

۸۶- ایضاً، ص ۲۹۴۔

۸۷- ایضاً، ص ۲۹۴۔

۸۸- ایضاً۔